بسلسلہ خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

حضرت اُمّ الفضل لبابہؓ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

لجنہ اماء اللہ

حضرت اُمِّ الفضل لبابۃُ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

کوثر ضیاء

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

خدا تعالیٰ کے فضل سے لجنہ اماء اللہ پاکستان کو صد سالہ خلافت جوبلی کے مبارک موقع پر بچوں کیلئے سیرت صحابیات پر کتب شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔کوشش یہ کی گئی ہے کہ کتاب دلچسپ اور آسان زبان میں ہو، تا بچے شوق سے پڑھیں اور مائیں بھی بچوں کو فرضی کہانیاں سنانے کی بجائے ان کتب سے اپنے اسلاف کے کارنامے سنائیں تا کہ بچوں میں بھی ان جیسا بننے کی لگن پیدا ہو۔
خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔آمین

حضرت اُمّ الفضل لبابۃُ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

پیارے بچو!

آج ہم جن خاتون کا ذکر پڑھیں گے وہ پیارے رسول ﷺ کی محترم چچی حضرت اُمّ الفضل لبابۃ الکبریٰؓ ہیں۔ 1500 سال پہلے جب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے اس وقت عرب کے لوگ گمراہی کے اندھیروں میں گھرے ہوئے تھے۔

باپ دادا کا دین چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں تھا مگر آپ ﷺ کی بابرکت صحبت سے یہ گمراہ لوگ بھی ایمان لے آئے اور آپ ﷺ کے دین کی سچائی پر باپ دادا کا دین قربان کر دیا۔ ان قربانیوں میں مردوں کے علاوہ عورتوں نے بھی قابل قدر حصہ ڈالا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی خاتون تھیں۔ ان کے بعد جو پہلی عورت اسلام میں داخل ہوئیں اور فوراً ایمان لائیں وہ نبی کریم ﷺ کی حقیقی چچی حضرت اُمّ الفضل لبابہؓ تھیں۔

آیئے! اب ہم آپ کو حضور ﷺ کی ان پیاری چچی کے متعلق کچھ بتاتے ہیں۔ ان کا نام لبابہ اور لقب کبریٰ تھا، لیکن عام طور پر اپنی

کنیت اُمّ الفضل کے نام سے مشہور تھیں۔

ان کے والد کا نام حارث، ان کی والدہ کا نام ہند تھا لیکن کہیں خولہ بنت عوف بھی ملتا ہے۔

آپؓ حضور اقدس ﷺ کی چچی، منہ بولی ماں اور آپ ﷺ کی سالی یعنی اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ کی بہن بھی تھیں۔

اس کے علاوہ بھی اُمّ الفضلؓ کی کئی بہنیں خاندان بنو ہاشم اور قریش میں بیاہی ہوئی تھیں۔ مثلاً حضرت میمونہؓ، رسول اللہ ﷺ سے حضرت لبابۃ الکبریٰؓ، حضرت عباسؓ سے جو رسول پاک ﷺ کے چچا تھے، حضرت سلمیٰؓ، حضرت حمزہؓ سے یہ بھی حضور ﷺ کے چچا تھے۔ حضرت اسماءؓ، ؓ حضرت جعفر طیارؓ سے یہ حضرت علیؓ کے بھائی تھے۔

یہی وجہ تھی کہ لوگ حضرت اُمّ لفضلؓ کی والدہ ہند پر رشک کرتے تھے کہ سمدھیانے جہاں بیٹیاں بیاہی گئی ہوں، کے لحاظ سے قریش کی کوئی عورت ان کے ہم پلہ نہیں تھی۔ بلکہ ان کی نسبت یہ مشہور تھا کہ سسرالی قرابت میں ان کا کوئی نظیر نہیں۔

جب آپؓ کی بہن حضرت میمونہؓ کی شادی حضور ﷺ سے ہوئی تو اس بابرکت تعلق کی وجہ سے اہل نجد کی اسلام کے ساتھ مخالفت اور دشمنی میں واضح کمی آ گئی۔

حضرت اُمّ الفضلؓ کے آنحضرت ﷺ کے خاندان کے ساتھ بہت محبت اور پیار کے تعلقات تھے کہ خود نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اُمّ الفضلؓ، میمونہؓ، سلمیٰؓ اور اسماءؓ چاروں بہنیں ہیں۔

نیز حضرت اُمّ الفضلؓ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات پر حضرت اُمّ الفضلؓ اور حضرت اُمّ یمنؓ نے ان کو نہلایا اور حضرت اُمّ الفضلؓ غم کے اس موقع پر حضور ﷺ کو تسلی دیتی رہیں۔(1)

عرب معاشرے میں جہاں عورت اس درجہ پر نہ سمجھی جاتی تھی کہ زندگی کا کوئی بھی فیصلہ وہ از خود کر لے، یہ بات حضرت اُمّ الفضلؓ کو بہت نمایاں کرتی ہے کہ انہوں نے اپنے خاوند حضرت عباسؓ سے کہیں پہلے اسلام قبول کیا۔ سارے خاندان کو چھوڑ کر بالکل اکیلے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا آپ کی بہادری اور جرأت کا ثبوت ہے۔ ایسی کامل وفا کے ساتھ اسلام پر کاربند ہوئیں کہ نہ صرف اولاد کی دینی تربیت کی بلکہ اولاد میں دین کے لئے وقف کرنے کا جذبہ بھی پیدا کیا۔

کفار کی اذیتوں اور سختیوں کی وجہ سے مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ کفار نے وہاں بھی آرام نہ لینے دیا اور ہجرت کے دوسرے سال خوب ساز و سامان کے ساتھ لیس ہو کر مسلمانوں کو مٹانے کے لئے مدینہ پر چڑھائی کی تیاری کی۔ مسلمانوں نے دفاع کے لئے تیاری کی اور

بدر کے مقام پر یہ غزوہ پیش آیا۔اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد 313 تھی، اور بے سروسامانی تھی، اس کے مقابل پر کفار تین گنا تھے اور ہر قسم کے جنگی سامان کے ساتھ لیس تھے اور انہیں یہی گمان تھا کہ اب اسلام کا خاتمہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار پر فتح بخشی اور مشرکین مکہ کو ذلت کا سامنا ہوا۔ یہ خبر جب مکہّ پہنچی کہ مکہّ کے تمام بڑے بڑے سردار ہلاک ہو چکے ہیں تو گھر گھر سے رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

ابولہب، معاند رسول ﷺ جو دشمنی میں حد سے بڑھا ہوا تھا اُسے تو شکست کا غم اور اتنے بڑے بڑے سرداروں کے مرنے کا غم برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اُس کے تو پیروں تلے زمین نکل گئی تھی اور جسم دکھ اور غصہ سے لڑکھڑا رہا تھا۔ اس پریشانی کے عالم میں لڑائی کے مزید حالات معلوم کرنے کے لئے اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کے گھر جا پہنچا اس وقت تک عباس نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔

عباس بھی غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے لڑے تھے اور شکست کھانے کے بعد مسلمانوں کے قیدی بن چکے تھے۔ ابولہب جب عباس کے گھر پہنچا تو اُن کا غلام ابورافعؓ نیزے بنانے میں مصروف تھا۔ ابولہب ان کے قریب بیٹھ گیا۔ اتنے میں کسی نے گھر میں کہا کہ وہ دیکھو ابوسفیان بن حارث (جو کہ نبی کریم ﷺ کا چچازاد بھائی تھا اور ابھی تک اسلام قبول

نہ کیا تھا) ابھی ابھی لڑائی سے واپس آیا ہے۔اس سے لڑائی کے حالات معلوم کرنے چاہئیں ۔ابولہب نے جب ابوسفیان کو دیکھا تو آواز دی ''بھتیجے ذرا ادھر تو آؤ میرے پاس! ذرا بتاؤ تو لڑائی میں کیا گزری؟''

ابوسفیان نے جواب دیا:۔

''واللہ! مسلمانوں کے سامنے ہماری بےبسی کا یہ عالم تھا جیسے مردہ غسل دینے والے کے سامنے بےبس ہوتا ہے۔انہوں نے جس کو چاہا مارڈالا اور جس کو چاہا قید کرلیا۔ایک عجیب نظارہ ہم نے یہ دیکھا کہ ابلق (سیاہ وسفید رنگ والے) گھوڑوں پر سوار سفید پوش آدمیوں نے مار مار کر ہمارا بھرُتا بنا دیا۔معلوم نہیں یہ کون لوگ تھے؟''

ابورافعؓ نے جھٹ کہا ''وہ تو فرشتے تھے!''

یہ سننا تھا کہ ابولہب کے تن بدن میں آگ لگ گئی، بھڑک کر اٹھا اور ابورافعؓ کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا۔ابورافعؓ نے اپنے آپ کو ذرا سا سنبھالا اور اس کے ساتھ گتھم گتھا ہو گئے۔لیکن جسمانی لحاظ سے چونکہ کمزور تھے ابولہب نے جلد ہی ان کو زمین پر پٹخا اور مارنا پیٹنا شروع کردیا۔

قریب ہی ایک خاتون بیٹھی تھیں وہ اس منظر کو برداشت نہ کر سکیں۔فوراً اٹھیں اور ایک موٹی سی لکڑی کا ٹکڑا لے آئیں اور اس زور سے

ابولہب کے سر پر مارا کہ اسکے سر سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ پھر گرج دار آواز میں بولیں:۔

''بے حیا! اس کا آقا موجود نہیں ہے اور تو اس کو کمزور سمجھ کر مار رہا ہے'' ابولہب کو ہمت نہ ہوئی کہ اس بہادر خاتون کا مقابلہ کرے اس نے وہاں سے بھاگ جانے میں ہی عافیت سمجھی۔ یہ غیرت مند اور بہادر خاتون جنہوں نے ابولہب جیسے دشمن اسلام اور دشمن خدا کو ایسی رسوائی اور ذلت سے دوچار کیا۔ حضرت عباسؓ کی اہلیہ (ابولہب کی بھابھی) حضرت اُمّ الفضلؓ تھیں۔ تاریخ اسلام میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ یہ واقعہ چاہ زمزم کی چاردیواری کے اندر پیش آیا جس کے قریب ہی حضرت عباسؓ کا مکان واقع تھا۔

تاریخ میں حضرت اُمّ الفضل لبابۃ الکبریٰؓ کے ایک سچے خواب کا ذکر بھی ملتا ہے یہ خواب اس مومنہ خاتون کے خدا تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلق کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اتھاہ محبت اور عقیدت کی نشاندہی کرتا ہے۔

حضرت اُمّ الفضلؓ نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم ﷺ کے جسم مبارک کا کوئی حصہ ان کے گھر میں ہے۔ انہوں نے اپنا خواب نبی کریم ﷺ کے سامنے بیان کیا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کی

تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ

''اللہ تعالیٰ میری پیاری بیٹی حضرت فاطمہ ؓ کو ایک
فرزند عطا فرمائے گا اور تم اس کو دودھ پلاؤ گی۔''

کچھ عرصہ کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرہ ؓ کے ہاں ایک فرزند حضرت حسین ؓ کی پیدائش ہوئی حضرت اُمّ الفضل ؓ نے ان کی پرورش کی اور اس حوالے سے ان کی رضائی والدہ بھی کہلائیں۔اس لئے سارا خاندان نبوت آپ کی بہت عزت وتکریم کرتا تھا۔ہمیں معلوم ہے کہ حسن اور حسین حضرت فاطمہ ؓ کے بیٹے اور رسول مقبول ﷺ کے پیارے نواسے تھے۔آپ ﷺ جتنی محبت اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ ؓ سے کرتے تھے اتنے ہی یہ بچے بھی آپ ﷺ کو پیارے تھے ان کو گود میں لیتے کندھوں پر اٹھاتے نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں جاتے تو یہ دونوں بچے آپ ﷺ کی گردن مبارک پر سوار ہو جاتے۔جب تک یہ بچے اوپر سے اتر نہ جاتے آپ ﷺ سجدہ سے سر نہ اٹھاتے۔

حسین ؓ وہی تھے جنہوں نے واقعہ کربلا کے دردناک حالات میں عظیم الشان شہادت پائی۔پیارے آقا ﷺ نے تو ان کے بچپن میں ہی ان کی شہادت کی پیش گوئی فرما دی تھی۔آپ ﷺ کی بے پایاں محبت کا اندازہ اس واقعہ سے لگالیں کہ جس زمانہ میں حضرت حسین ؓ

حضرت اُمّ الفضلؓ کی گود میں پرورش پا رہے تھے۔تو ایک دن آپؓ اس ننھے بچے کو گود میں اٹھائے ہوئے نبی کریمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

آپﷺ نے اپنے پیارے نواسے کو اپنی گود میں لے لیا اور پیار کرنے لگے ننھے حسین نے اپنے نانا جان محترم کی گود میں پیشاب کر دیا۔ حضرت اُمّ الفضلؓ جو پاس ہی بیٹھی تھیں لپک کر آگے بڑھیں اور بچے کو فوراً اپنے آقا کی گود سے لے لیا اور جھڑک کر کہا۔ارے ننھے تُو نے یہ کیا کیا؟

رسول کریمﷺ کو ذرا بھی پسند نہ تھا کہ اُن کے پیارے اور لاڈلے نواسے کو کوئی جھڑکے اس لئے آپﷺ نے اُمّ الفضلؓ سے فرمایا۔

''اُمّ الفضلؓ تو نے میرے بچے کو یونہی جھڑکا جس سے مجھے تکلیف ہوئی۔''

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے پانی منگوایا اور لباس مبارک کا پیشاب والا حصہ دھلوایا۔(2)

ہجرت سے تین سال پہلے حضرت اُمّ الفضلؓ نے بنو ہاشم اور بنوعبدالمطلب کے ساتھ شعب ابی طالب کی گھاٹی میں تین سال گزارے۔ یہ وہ دن تھے جب قریش نے ان کا معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کر رکھا تھا۔سخت تنگی اور تکلیف کا زمانہ تھا۔بھوک اور فاقے تھے۔

صحابہ کرام نے کتنے دن پتے کھا کر گزارہ کیا۔حضرت اُمّ الفضلؓ نے صبر ورضا کے ساتھ یہ دن کاٹے۔یہی وہ وقت تھا جب آپ کے ہاں ایک بیٹے حضرت عبداللہ کی پیدائش ہوئی۔(3)

حضرت عباسؓ یعنی حضرت اُمّ الفضلؓ کے شوہر اور نبی کریم ﷺ کے چچا اس بچے کو گود میں اٹھا کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی کریم ﷺ نے اپنا لعاب دہن اس نومولود کے منہ میں رکھا اور اس بچے کے لئے خیر و برکت کی دعا کی۔ یہ بچہ نبی کریم ﷺ کی بابرکت دعا کے نتیجہ میں آسمان علم وفضل کا ایک روشن ستارہ بنا۔عبداللہ جسے تاریخ میں ابن عباس کے نام سے جانا جاتا ہے۔(4)

حضرت اُمّ الفضلؓ کو ہجرت کی سعادت بھی ملی۔فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے آپ کے شوہر نے اعلانیہ اسلام قبول کیا۔اس موقع پر اس خاندان نے نبی کریم ﷺ سے اجازت حاصل کر کے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔(5)

نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں ایک ہی حج کیا۔اور اس حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت اُمّ الفضلؓ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ تھیں۔

حج کی عبادات بجالانے کے دوران عرفہ کے دن (وادی عرفات

میں قیام کے دوران) بعض لوگوں نے خیال کیا کہ حضور ﷺ روزے سے ہیں۔

جب حضرت اُمّ الفضلؓ کو لوگوں کے اس شک کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے ایک دودھ کا پیالہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ ﷺ نے دودھ پی لیا۔ اس سے لوگوں کا شک دور ہو گیا۔

حضرت اُمّ الفضلؓ نبی کریم ﷺ سے بے پناہ محبت اور عقیدت رکھتی تھیں نبی کریم ﷺ کو بھی اپنی چچی سے خاصا احترام اور محبت کا تعلق تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سارا خاندان نبوت ہی حضرت اُمّ الفضلؓ کی بہت عزت کرتا تھا۔ آپ ﷺ اکثر حضرت اُمّ الفضلؓ کے گھر تشریف لے جاتے۔ اگر دوپہر کا وقت ہوتا تو وہیں آرام فرماتے۔

حضرت اُمّ الفضلؓ کو یہ سعادت بھی حاصل تھی کہ وہ پیارے نبی ﷺ کا سر مبارک اپنی گود میں رکھتیں، آپ ﷺ کے بالوں میں انگلیاں پھیرتیں، آپ ﷺ کے بالوں کو صاف کرتیں، گرد نکالتیں، تنکے وغیرہ دور کرتیں اور ان میں کنگھی کرتیں۔ (6)

حضرت اُمّ الفضلؓ نہ صرف ابتدا میں اسلام لانے والوں میں سے تھیں بلکہ بہت مضبوط ایمان کی مالک تھیں۔ آپ نماز کا بہت اہتمام کرتیں اور ہر پیر اور جمعرات کو نفلی روزے بھی رکھتی تھیں۔ آپ شاعرہ بھی

تھیں اور آپ کے شعر اور مرثیے بہت خوبصورت تھے۔(7)

آپؓ کے شوہر حضرت عباسؓ کی کنیت ابو الفضل تھی ۔ یہ نبی کریم ﷺ سے تقریباً تین سال پہلے پیدا ہوئے ۔ ان کا تعلق قبیلہ النمر سے تھا۔حضرت عباسؓ نبی کریم ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔حضرت عباسؓ کا شمار قریش کی مشہور ہستیوں میں ہوتا تھا۔قریش نے عباسؓ کو ''ذوالرائ'' کا خطاب دے رکھا تھا۔ کیونکہ تمام اہم معاملات میں ان سے مشورہ لیتے تھے۔ نبی پاک ﷺ نے جب دعوت حق پہنچانے کا آغاز کیا تو سب سے پہلے لبیک کہنے والی خاتون ان کی اہلیہ اُمّ الفضلؓ تھیں (حضرت خدیجہؓ کے بعد)۔اس وقت گو کہ حضرت عباسؓ نے کھلم کھلا اسلام قبول نہ کیا لیکن نبی کریم ﷺ کی حفاظت کرنے اور مدد میں کوئی کمی نہ رہنے دی۔

غزوہ بدر میں عباس کفار کی طرف سے لڑے اور قیدی بن کر مسلمانوں کے پاس آئے تاریخ میں آتا ہے کہ ان قیدیوں کے کپڑے پھٹ گئے تھے۔عباس لمبے قد کاٹھ کے تھے کسی کا کپڑا ان کو پورا نہ آتا تھا۔ اس موقع پر عبداللہ بن ابی رئیس نے (جو کہ منافق تھا) نے اپنا کرتہ منگوا کر عباس کو پہنایا۔اور جب اس منافق کی موت ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا عباسؓ پر کیے جانے والے احسان کو اس طرح اتارا کہ اپنا

لباس مبارک اس لاش کو پہنانے کے لئے دیا۔

8 ہجری میں عباسؓ نے کھلم کھلا اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا فتح مکہّ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہنے کی سعادت پائی۔

اس کے بعد غزوہ حنین میں دشمنوں کی سخت تیراندازی کے مقابل پر نبی کریم ﷺ کی حفاظت کے لئے صبر و ہمت کے ساتھ نہ صرف کھڑے رہے، بلکہ خوب مقابلہ کیا۔

حضرت عباسؓ زمانہ جاہلیت میں چونکہ سود کا کاروبار کرتے تھے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

''جاہلیت کے تمام سود معاف کردیئے گئے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔''

نبی کریم ﷺ کی آخری بیماری میں بھی عباسؓ اوران کے گھرانے نے تیمارداری میں دن رات ایک کردیا آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین میں آپ اور آپ کے دونوں صاحبزادے شامل ہوئے۔

حضرت عباسؓ عمر کے لحاظ سے چونکہ بنوہاشم کی بزرگ شخصیت تھے اس لئے نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد لوگ ان کے پاس تعزیت کے لئے آتے اور تمام صحابہ کرام حضرت عباسؓ کے ساتھ ایسی عزت واحترام سے پیش آتے جیسے نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیش آتے تھے۔ ہر

کام میں ان سے مشورہ کرتے۔ اگر سواری پر کہیں جا رہے ہوتے تو خلیفۃ المسلمین بھی سواری سے اتر جاتے اور حضرت عباسؓ کو سواری پر بٹھا کر لگام خود تھام کر پیدل چلتے اور انہیں جہاں جانا ہوتا وہاں پہنچاتے۔

حضرت عباسؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں 32 ہجری کو وفات پائی اس وقت ان کی عمر 86 یا 88 برس تھی۔ حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے قبر میں اتارا۔(8)

حضرت اُمّ الفضلؓ اور حضرت عباسؓ کے ہاں سات اولادیں ہوئیں۔ ان میں چھ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹوں کے نام فضلؓ، عبداللہؓ، عبیداللہؓ، معبدؓ، قثمؓ، عبدالرحمٰنؓ اور ایک بیٹی اُم حبیبہؓ ہے۔ (9)

اولاد کی اچھی تربیت ہی ایک ایسا ورثہ ہے جو رہتی دنیا تک کے لئے صدقہ جاریہ ہوتا ہے۔ حضرت اُمّ الفضلؓ اس لحاظ سے خوش قسمت تھیں کہ ان کی اولادیں اکثر علم و فضل میں اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔ بالخصوص حضرت عبداللہؓ اور عبیداللہؓ نے علم و فضل میں اتنا بلند مرتبہ حاصل کیا کہ اُمّت کے ستون کہلائے۔

آپؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی کریم ﷺ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ اکثر و بیشتر نبی کریم ﷺ کے گھر مبارک پر اپنی خالہ اُمّ المؤمنین حضرت میمونہؓ کے پاس حاضر ہوتے اور وہیں

سو رہتے۔ وہاں نبی کریم ﷺ کو وضو کرواتے اور دیگر خدمات بجا لاتے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں آپ نے بزرگ صحابہ سے علم حاصل کیا۔(10)

حضرت اُمّ الفضلؓ کے بڑے صاحبزادے حضرت فضل بن عباسؓ تھے۔آپ نے شروع ہی میں اسلام قبول کیا لیکن اعلان بعد میں کیا۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہنے کی توفیق پائی۔غزوہ حنین میں جب دشمن کی بے پناہ تیراندازی سے مسلمانوں نے افراتفری پھیل گئی اس وقت حضرت فضلؓ نبی کریم ﷺ کو تیروں کی زد سے بچانے کے لئے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔اور آپؓ کو یہ مرتبہ بھی حاصل ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی سواری پر بٹھایا اور اِسی موقع پر آپ ہی نے نبی کریم ﷺ کی پشت پر چادر تان رکھی تھی تاکہ آپ ﷺ کو دھوپ سے بچایا جاسکے۔

نبی کریم ﷺ جب آخری خطبہ کے لئے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے ، فضل بن عباسؓ نے سہارا دے رکھا تھا۔نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جسد مبارک کو غسل دینے کی سعادت بھی ان کو نصیب ہوئی۔تیرہ ہجری جنگ اجنادین میں مردانہ وار لڑتے ہوئے آپؓ کی شہادت ہوئی۔

حضرت عبید اللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ کے چھوٹے بھائی تھے ہجرت نبوی سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کو حضرت اُمّ الفضلؓ کے بچوں سے بے پناہ محبت تھی، بارہا ایسا ہوتا کہ نبی کریم ﷺ ان کو بلاتے اور کہتے، جو بھاگ کر پہلے آئے گا میں اُس کو فلاں چیز دوں گا۔ جب تینوں بچے دوڑ کر آتے تو نبی کریم ﷺ ان کو سینے سے لگا لیتے اور پیار کرتے۔(11)

حضرت اُم الفضلؓ کے ان بیٹوں کے علاوہ ایک بیٹی اُمّ حبیبہ کا ذکر بھی تاریخ میں ملتا ہے۔ ان کی شادی اسود بن سفیان سے ہوئی، جن سے دو بچے زرقا اور لبابہ ہوئے۔ یہ مکہ میں رہتے تھے۔ حضرت اُمّ الفضلؓ وہ بلند پایہ صحابیہ تھیں جنہوں نے 30 احادیث بیان کی ہیں۔ ان کی بیان کردہ احادیث کے راوی حضرت عبداللہؓ، دوسرے فرزندان، عباسؓ اور حضرت انس بن مالکؓ جیسے جلیل القدر صحابی شامل ہیں۔(12)

آپؓ وہ مومنہ خاتون تھیں جس نے خود بھی اور بچوں نے بھی نبی کریم ﷺ سے محبت اور عقیدت کا حق ادا کیا اور آپ ﷺ کی شفقتوں اور دعاؤں کے وارث بنے۔ آپؓ نے حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین کے عہدِ خلافت میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اس وقت تک ان کے شوہر ابھی زندہ تھے۔ آپؓ کی نماز جنازہ حضرت عثمان غنیؓ نے پڑھائی۔(13)

حوالہ جات

1۔ ازواج مطہرات وصحابیات صفحہ 314-315 اور
تذ کار صحابیات از طالب ہاشمی صفحہ 249
2۔ تذ کار صحابیات از طالب ہاشمی صفحہ 247-250
3۔ نبی کریم ﷺ کا گھرانہ از ڈاکٹر اختر نواز خان صفحہ 215
4۔ نبی کریم ﷺ کا گھرانہ از ڈاکٹر اختر نواز خان صفحہ 219-220
5۔ ازواج مطہرات وصحابیات صفحہ 316
6۔ تذ کار صحابیات از طالب ہاشمی صفحہ 249-250
7۔ ازواج مطہرات وصحابیات صفحہ 316
8۔ نبی کریم ﷺ کا گھرانہ از ڈاکٹر اختر نواز خان صفحہ 214 تا 219
9۔ تذ کار صحابیات از طالب ہاشمی صفحہ 250
10۔ نبی کریم ﷺ کا گھرانہ از ڈاکٹر اختر نواز خان صفحہ 220
11۔ نبی کریم ﷺ کا گھرانہ از ڈاکٹر اختر نواز خان صفحہ 225
12۔ تذ کار صحابیات صحفہ 251
13۔ سیر الصحابیات صفحہ 114

حضرت اُمّ الفضل لبابۃ الکبریٰؓ

(Hadhrat umm ul Fazal Lubaba tul Kubra[ra])

Urdu

by Kausar Zia

Published in UK in 2008

Published by:
Islam International Publications Ltd.
'Islamabad' Sheephatch Lane,
Tilford, Surrey GU10 2AQ,
United Kingdom.

Printed in U.K. at:
Raqeem Press
Sheephatch Lane
Tilford, Surrey
GU10 2AQ